رسالۂ معمّا

(چیستان)

شرح از

مولانا مولوی حافظ شاہ تقی انور علوی کاکوروی

رسالۂ معمّا (چیستاں)

از

حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ

شرح اردو

از

کاشف حقایق و اسرار الٰہی مولانا مولوی حافظ شاہ تقی انور صاحب علوی
کاکوروی مدظلہ العالی

خلف اکبر

عارف رموز و دقایق حضرت مولانا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہ العالی

ناشر

کتب خانہ انوریہ، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، ضلع لکھنؤ

نام رسالہ : رسالۂ معمّا (چیستاں)

نام مصنف : حضرت سید بندہ نواز گیسودراز گلبرگویؒ

نام شارح : (حافظ شاہ) تقی انور علوی

نام ناشر : کتب خانہ انوریہ، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ،
کاکوری، ضلع لکھنؤ

سنہ اشاعت : ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ

قیمت : ۲۵ روپے

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انوریہ، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری، ضلع لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از

ڈاکٹر مسعود انور علوی
پروفیسر و صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ابتدائے آفرینش سے عالم ناسوت میں جتنے لوگ آئے انھوں نے بظاہر دو چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ ایک رنگ دوسری شکل، یعنی دو قسم کے انسانوں کی تخلیق ہوئی۔ ایک نے رنگ دیکھا مگر رنگریز کو نہ دیکھا، صورت دیکھی مگر مصور پر نگاہ نہ گئی۔ جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس چلے گئے۔ مگر دوسری طرف ہر دور میں ایسے سعید و خوش بخت بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے عنایت الٰہی سے رنگ دیکھا، رنگریز کا مشاہدہ کیا بلکہ اس کے ہم رنگ ہوئے، صورت دیکھی، مصور کو دیکھا، صورت گری کا لطف اٹھایا اور پھر صورت میں بے صورتی کے نظارے بھی کیے اور اپنی استعداد کے مطابق فیضیاب ہو کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے واپس ہو گئے۔

ہر چہ بینی یار ہست اغیار نیست — غیر او جز وہم و جز پندار نیست
از جمال و ہو معظم جلوہ ہاست — لیک ہر کس لائق دیدار نیست

(جو کچھ ہے بس یار ہی یار ہے غیر ہے ہی نہیں۔ اس کا غیر سوا وہم

اور گمان کے کوئی حقیقت نہیں۔ ’’وہ جہاں کہیں بھی ہو تمہارے ساتھ ہے‘‘ کے بیان جمال آرا سے اس کے جلوؤں کا ہجوم ہے مگر ہر ایک اس کے نظارہ کے لائق نہیں)

حضرات صوفیہ صافیہؒ کے ایک بڑے گروہ نے اسرار کائنات اور حقائق و معارف کا اظہار اس لیے بھی فرمایا کہ وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ انسان اندھا جیے، دنیا میں مبتلا رہے اور پھر انجام کار اندھا ہو کر اور ’’من کان فی ھـذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمیٰ ‘‘ کا طوق اپنی گردن میں ڈال کر اس عالم سے رخصت ہو جائے۔

تصوف جس کا دوسرا نام علم باطن ہے اس کی واقفیت سے مکدر ذہن صاف و مجلی ہوتے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے تاریک اور اندھے دل روشن و بینا ہوتے ہیں۔ کثافت لطافت میں تبدیل ہوتی اور چیزوں کی حقیقت بے نقاب ہوتی ہے۔

حضرات صوفیہ قدست اسرارہم نے اکثر اپنے واردات و مشاہدات اور مکاشفات کو ایسے الفاظ اور پیرایہ بیان میں اہل دنیا کے سامنے پیش فرمایا کہ ’’اغیار‘‘ یعنی جو اپنی جہالت و کم فہمی، کور باطنی اور کدورت کی بنا پر ان کے اقوال و افعال پر اعتراضات کرنا اپنے لیے دنیا و آخرت کی سرخروئی سمجھتے ہیں وہ عقل کو اپنا رہبر کل بنا کر بے جا اعتراضات اور حاشیہ آرائیاں نہ کر سکیں۔

عارف حق شناس حضرت سرمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

زنہار مگو کہ رہرواں نیز نیند — کامل صفتانِ بے نشاں نیز نیند
زیں گونہ کہ تو محرم اسرارنۂ — می پنداری کہ دیگراں نیز نیند

(ہرگز یہ مت کہو کہ دنیا میں راہرو، کامل صفت اور بے نشاں، خدا رسیدہ لوگ نہیں ہیں۔ اگر تم اپنی کور بختی سے رموز الٰہی و اسرار کائنات کے محرم اور راز دار نہیں ہو سکتے تو یہ کیوں سمجھتے ہو کہ کوئی دوسرا بھی نہیں ہو سکتا ہے)

متعدد حضرات صوفیہؒ نے اپنے نثری و منظوم کلام میں حقایق و معارف کے بیان کے لیے مجازی مضامین اور عام فہم زبان کا سہارا لیا کیوں کہ ان کے مخاطبین ہر سطح ذہن کے افراد ہوا کرتے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور حقایق و معارف کو خالص اسی زبان میں پیش کیا جاتا تو وہ اتنے دلپذیر، اثر انگیز اور ان کی موثر تعلیمات کے مطابق نہ ہوتے۔

اسی بنا پر مشہور عارف و صوفی بزرگ مولانا رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ معشوقوں کے اسرار اگر دوسروں کی زبان میں بیان کیے جائیں تو کیا خوب!

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

نمونۃً لسان الغیب حضرت حافظ شیرازیؒ کی ایک غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔

ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ
ویں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

(یہ گدڑی جو میں پہنے ہوں اس کا شراب میں رگرو رکھنا ہی بہتر ہے، اس بے معنی دفتر کا تو غرق شراب ہونا ہی اچھا ہے)

لیکن اگر اسی شعر کے حقیقی معنوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ خرقہ

سے مراد ناسوتی جسم ہے اور شراب سے مطلب شراب ازلی حقیقی، یعنی جسم ناسوتی کا محبت ذاتیہ میں رگرو رکھنا ہی عبدیت و بندگی کی معراج ہے اور دفتر بے معنی یعنی علم ظاہر جو تم نے حاصل کیا ہے اس کو علم باطن میں فنا کر دینا ہی زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ علم حجاب اکبر ہے یعنی نامرادی و نیستی کے مقام میں آکر کمال کے مرتبہ پر فائز ہو جاؤ تا کہ مرتبہ سلب صفات سے گزر کر ذات بحت میں رسائی حاصل ہو جائے، مظاہر روحانی جن سے تعینات ارواح مراد ہیں درمیان سے اٹھ جائیں اور حقیقت بالمشافہ جلوہ گر ہو۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت سید محمد حسینی صدر الدین ابوالفتح جعفر صادق ثانی شہنشاہ حقیقت و مجاز واقف اسرار، شہباز بلند پرواز، بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت سید یوسف، راجو قتالؒ کا آبائی وطن خراسان، مذہب حنفی اور مشرب چشتی تھا۔ جد امجد ابوالحسن جندیؒ، دہلی کی فتح سے پیشتر غالباً راے پتھورا کے زمانہ (۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء-۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) میں مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ ہرات سے دہلی تشریف لائے۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے والد ماجدؒ، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ (۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) کے مرید اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء میں محمد تغلق کے عہد میں مشائخ و علماء کی جماعت کے ساتھ دولت آباد گئے۔ ۷۳۱ھ/۱۳۳۰ء میں خلد آباد (اورنگ آباد، مہاراشٹر) جہاں حضرت برہان الدین غریبؒ، زین الدین شیرازیؒ زرزری زربخشؒ، حسن سجزیؒ، اور بہت سے اولیاء اللہ آسودۂ خواب ہیں۔ وصال فرمایا اور وہیں آسودہ ہوئے۔

حضرت بندہ نوازؒ ۷۲۱ھ/۱۳۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجدؒ اور اپنے نانا سے پائی۔ والد ماجدؒ کے ساتھ دولت آباد تشریف لے گئے بعد ازاں ان کے وصال کے بعد ۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ دہلی آئے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ (۷۵۷ھ/۱۳۵۸ء) سے بیعت ہوئے۔ آپ ابتدائی عمر سے ہی نہایت متقی و پرہیزگار تھے۔ مرشد برحقؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم کو تم سے بہت سے کام لینا ہیں (مارا باتو کارہاست)۔ ۱۹ سال کی عمر میں قاضی عبدالمقتدر شریحی دہلوی، تاج الدین بہادر، شرف الدین کیتھلی، اور عماد الدین تبریزی رحمہم اللہ جیسے متبحر علماء سے علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کی اور باطنی مدارج بڑی سرعت سے طے فرمائے۔ ۳۶ سال کی عمر میں پیر و مرشد نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے ان کے وصال کے بعد تقریباً ۴۴ سال رشد و ہدایت کی اس عظیم الشان مسند کو زینت بخشی۔ مولانا حسین دہلوی، سلطان فیروز شاہ تغلق، نصیر الدین قاسم، مولانا معین الدین توہانی اور ہزارہا اشخاص نے آپ سے علمی و عملی فیوض و برکات حاصل کیے۔

۴۰ سال کی عمر میں بی بی رضا خاتون سے عقد کیا۔ ان سے دو صاحبزادے سید محمد اکبرؒ ۷۶۲ھ-۸۱۲ھ/۱۴۰۹ء) اور سید محمد اصغرؒ اور تین صاحبزادیاں متولد ہوئے۔ دہلی ہی میں آپ نے امیر تیمور کے حملہ (۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء-۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء) کی پیشین گوئی فرمائی اور دہلی کی تباہی کے پیش نظر مع اپنے اہل و عیال و جملہ متعلقین، سلطان ناصر الدین محمد شاہ (۷۹۷ھ/۱۳۹۳ء) کے زمانے میں دولت آباد چلے گئے۔ اثناء راہ

میں سلاطین و امرا اور علماء و مشائخ نے ہر جگہ آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ سلطان فیروز بہمنی (۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء) کے حکم کے مطابق عضد الدولہ صوبیدار نے دولت آباد میں آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ بالآخر وہاں سے آپ گلبرگہ تشریف لے گئے اور اپنے وصال ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ / یکم نومبر ۱۴۲۲ء تک وہیں قیام کر کے ایک جہان کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔

۸۲۵ھ سے سنہ وصال نکلتا ہے۔
مخدوم دین و دنیا

سلطان علاء الدین احمد شاہ بہمنی (۸۳۹ھ/۱۴۳۶ء) نے جو آپ کا مرید اور بہت معتقد تھا خانقاہ شریف اور آپ کا عالیشان بلند و پرشکوہ مقبرہ تعمیر کرایا جہاں سے آپ کے فیوض و برکات کے چشمے آج تک جاری ہیں۔ اس وقت سے آپ کے نامور اخلاف بزرگوں کے نام اور کام کو آج بھی پایندہ کر رہے ہیں۔

موجودہ صاحب سجادہ گرامی قدر حضرت سید خسرو حسینی مدظلہ العالی اور ان کے والد ماجد حضرت سید محمد محمد الحسینی قدس سرہٗ اس سلسلہ میں خصوصی تذکرہ کے سزاوار ہیں۔ بلکہ آنجناب قدس سرہٗ کی فیض رساں اور بے نفس شخصیت تو بہتوں کے لیے لائق تقلید اور قابل عمل ہے۔ خلق خدا کی عظیم خدمت اور تعلیم کے فروغ اور نشر و اشاعت میں گراں قدر کوششیں اور خدمات ان ہی کا حصہ ہیں۔

حضرت بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ کے علم و فضل، تقوی و پرہیز گاری

اور معرفت کی آپ کے معاصرین و متاخرین بھی نے گواہی دی ہے۔ آپ کو حضرت حق سے ایک خصوصی نسبت عشقی حاصل تھی اور آپ کے مریدین و متعلقین پر بھی اس کا اثر تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ پیرومرشدؒ کی پالکی اٹھانے میں ایک مرتبہ آپ کے لمبے بال ایک حصہ میں الجھ گئے اگر نکالتے تو دیر لگتی اور شیخؒ کو کبیدہ خاطری ہوتی چنانچہ شیخؒ سے محبت و عشق کی کیفیت میں اسی طرح چلتے رہے۔ بعد میں پیرومرشدؒ کو جب پتہ چلا تو فرمایا۔

ہرکو، مرید سید گیسودراز شد

واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

(جو کوئی بھی سید گیسودراز کے دامن سے وابستہ ہو گیا وہ بلاشبہ عشق باز ہو گیا)

چنانچہ عشق اور اس کے معاملات کے سلسلہ میں آپ کے رسائل برہان العاشقین، وجود العاشقین، رسالہ عشقیہ اور ملفوظات موسومہ بہ جوامع الکلم میں جابجا بیانات ہیں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "ہمارے مشائخ عاشق منش صوفی ہوئے ہیں لیکن شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان کی پوری جماعت کے تمام حضرات واصل باللہ اور عارفین تھے مگر عشق تو ایک دنیا ہی دوسری ہے (اما عشق جہانے دیگرست)"۔ کتب و رسائل پر مشتمل آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد تقریباً ۱۰۵ ہے۔ تفسیر الدرر المتقط، شرح فقہ اکبر، شرح آداب المریدین شیخ عبدالقادر سہروردی، شرح زبدۃ الحقایق تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی، شرح رسالہ قشیریہ، حدایق الانس، جواہر العشاق یعنی شرح الہامات غوث اعظمؒ، شرح فصوص الحکم، رایت ربی فی احسن صورۃ، استقامۃ الشریعۃ بطریقۃ الحقیقۃ، جوامع الکلم، انیس العشاق (دیوان)

مکتوبات، فوائد، حظائر القدس، رسالہ در بیان خاص ومقام اہل اختصاص، رسالہ شطرنج نامہ، رسالہ بود وہست وباشد، اسمار الاسرار وغیرہ نیز قدیم اردو کی مثنوی معراج العاشقین اور شکارنامہ بھی آپ سے منسوب ہیں۔

حضرت بندہ نوازؒ قدس سرہٗ کو تصوف اسلامی کی بڑی پر اسرار شخصیت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے بعض افکار وآرا سے اختلاف ضرور تھا مگر نفس توحید وجودی کے سلسلہ میں ہم خیال تھے۔

رسالہ تصوف کے نام سے مختلف صوفیہ نے تصوف کے حقایق ومعارف اور اسرار ورموز جمع فرمائے ہیں۔ ان کے بکثرت خطی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں بعض کے مولفین ومصنفین کے اسماء بھی مندرج نہیں ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ بعد کے مورخین ومحققین یا فہرست سازوں نے تصوف کے مسائل سے متعلق جو رسائل دریافت کیے ان کو رسالہ تصوف کے نام سے موسوم کردیا، ان رسائل کی بڑی طویل فہرست ہے۔ بعض رسائل کے مصنفین نے تو خام کار عقلوں کو اپنا رہبر کامل بنانے والوں کے لیے بے جا اعتراضات اور استہزاء کی وجہ سے صراحت کردی کہ یہ نااہلوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھے جائیں۔ ذیل میں چند صوفیہ کے رسائل کا ذکر کیا جارہا ہے۔

۱-	رسالہ تصوف	از	خواجہ حسن بصری
۲-	رسالہ تصوف	از	خواجہ عبداللہ انصاری
۳-	رسالہ تصوف	از	نصیر الدین چراغ دہلی
۴-	رسالہ تصوف	از	رجب علی تبریزی
۵-	رسالہ تصوف	از	ابوالحسن خرقانی

۶- رسالہ تصوف از علی متقی بن حسام الدین جونپوری
۷- رسالہ تصوف از میر عبدالواحد شاہدی بلگرامی
۸- رسالہ تصوف از شاہ عبدالرحیم
۹- رسالہ تصوف از خواجہ معین الدین بن شاہ شہاب الدین کبیر شطاری
۱۰- رسالہ تصوف از شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی
۱۱- رسالہ تصوف از میر عظمت اللہ
۱۲- رسالہ تصوف از عبداللطیف بن نوراللہ قادری رحمہم اللہ تعالیٰ

یوں تو حضرت بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ کی ہر تصنیف ان کی ژرف نگاہی، دقت نظر، تصوف کے حقائق و معارف کے بیان اور بحر حقیقت کی شناوری و غواصی پر دلالت کرتی ہے مگر اسمار الاسرار اور زیر نظر مختصر رسالہ معمّا (چیستاں) اس کی بین مثالیں ہیں۔ اسمار الاسرار کے بکثرت مضامین ظاہر بینوں اور خامکاروں کی فہم سے بلند تر ہیں۔ آپ کے ملفوظات میں بھی بکثرت مقامات فکر و تعمق کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کی دو ایک مثالیں درج ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز خواجہ برہان الدین غریبؒ کے دوست خواجہ محمد بقا اور میں بیٹھے رسالہ قشیریہ پڑھ رہے تھے۔ میری عمر اس وقت بہت کم تھی۔ اتفاقاً اسی وقت خواجہ راجہ بُزاق تشریف لے آئے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث یہ بات تھی کہ حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ جب تک آدمی تین بار موت کا مزہ نہ چکھ لے اس وقت تک مراتب عالیہ نہیں حاصل کرسکتا، یہ

درست ہے اور وہ تین موتیں یہ ہیں (۱) سفید (۲) سرخ (۳) سیاہ

سفید موت کے معنی یہ ہیں کہ فقیر اور درویش بھوکا رہے۔ سرخ موت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اندر تحمل اور برداشت کا مادہ پیدا کرے۔ سیاہ موت کے معنی ہیں کہ مفلس ہو جائے۔ خواجہ راجہؒ نے براہ امتحان دریافت کیا کہ بتاؤ ان تین موتوں کو کس سبب سے سفید، سرخ، سیاہ قرار دیا گیا ہے میں نے عرض کیا کہ بھوک کا تعلق پاکیزگی اور طہارت سے ہے اور ہر اچھی چیز کو سفید کہتے ہیں اس لیے ایسی موت کو سفید موت کہتے ہیں اور تحمل و برداشت کرنے میں چونکہ خون جگر پینا پڑتا ہے اس لیے کہ غصہ کی حالت میں خون کھولتا ہے اور بردباری اور تحمل سے غصہ دور ہو جاتا ہے اس لیے اس موت کو سرخ کہتے ہیں، رہا افلاس تو اس کے متعلق پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

الفقر سواد الوجه فی الدارین افلاس دو عالم میں باعث رو سیاہی ہے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ نادار و مفلس مخلوق کے روبرو شرمندہ، ذلیل اور عاجز ہی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو موت سیاہ کہتے ہیں

اسمار الاسرار کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے مگر افسوس کہ اس وقت راقم السطور کے پیش نظر نہیں۔ اس میں آپ نے بڑے لطیف اشاروں وکنایوں میں حقایق واسرار بیان فرمائے ہیں۔ اس کی اہمیت وسند کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اس میں باطل کو کسی سمت سے آنے کا کوئی موقع نہیں۔ اس کتاب سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ اس میں توحید کی تجرید اور تفرید کے افراد کے سوا کچھ ہے ہی نہیں''۔ حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے ’’یکے از تصنیفات مشہور میر سید محمد گیسو دراز کتاب
اسمار است کہ حقایق ومعارف بزبان رمز وایما والفاظ واشارات بیان کردہ
سمرے ازاں نوشتہ می شود، سمرہ چہل ونہم‘‘ ۴۹ ویں سمرہ میں ارشاد فرماتے
ہیں کہ ’’ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک لمبے چوڑے دریا میں جس کی گہرائی
کمر سے زیادہ نہ ہوگی بہت سے لوگ گئے اوران لوگوں میں ایک میں بھی تھا،
ایک دوشیزہ جس کی عمر پندرہ برس کے قریب ہوگی وہ بھی اس پانی میں تھی،
تعجب یہ تھا کہ ہم سب ہی لوگ برہنہ تھے، وہ دوشیزہ اتنی خوبرو اور خوبصورت
تھی کہ اس کے عکس اور حسن کے پرتو سے کئی حورانِ جنت پیدا ہوسکتی تھیں اور
جو اس کے حسن سے پیدا ہوتیں وہ بھی اتنی خوبصورت ہوتیں کہ بہت ممکن ہے
کہ وہ اپنے حسن کی وجہ سے خدائی کا دعویٰ کرتیں، اس دوشیزہ کے رخساروں
کا رنگ وروپ نہایت ہی دلکش ودلفریب تھا اور اس کا قد نوجوان لڑکے جیسا
تھا۔ اس کا حسن میرے دل کو موہ رہا تھا، میرے اور اس کے درمیان تقریباً
ایک میل کا فاصلہ تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو اپنی طرف بلایا۔ میں اس کی
جانب اس طرح جارہا تھا جیسے کوئی بادشاہ شب عروسی میں اپنی دلہن کی طرف
جاتا ہے۔ میرے اور اُس کے درمیان ایک فرلانگ کا فاصلہ تھا کہ یکایک
ایک غیبی شخص آگیا اس نے ہمارے اوپر کپڑا ڈالا اور ہمیں وہ کپڑے اس
طرح پہنائے جیسے کوئی کسی کو پہناتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اس
دوشیزہ کو خوب مزے سے دیکھا وہ میری اور میں اس کا عاشق ہوگیا۔ اسی
دوران میرے اور اس کے درمیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئے
اور فرمانے لگے کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں، پھر دونوں فریقوں میں اختلاف ہوگیا،
میں کہتا تھا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور وہ دوشیزہ کہتی تھی کہ یہ میرے بیٹے ہیں

اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ہم دونوں کا بیٹا ہونے سے انکار کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ نہ میں آپ سے ہوں اور نہ ہی اس عورت سے میں تو خود بخود آیا ہوں اور جس پانی کا میں نے ذکر کیا وہ تمام میں ہی ہوں۔ واللہ اعلم''۔

زیر نظر دو صفحات پر مشتمل رسالہ (معما) چیستاں، حضرت بندہ نواز قدس سرہٗ کی عجیب وغریب تخلیق ہے سید احمد گیسو دراز کالپوی (۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء)، صاحب ''سبع سنابل'' میر عبد الواحد شاہدی بلگرامی (۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء) اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) رحمہم اللہ وغیرہم نے اس کی فارسی زبان میں شروح لکھی ہیں۔ میر عبد الواحد بلگرامی اور شاہ رفیع الدینؒ صاحبان کی شرحیں نظر سے گزری ہیں۔ موخر الذکر کی شرح اتنی دقیق اور کلامی مباحث سے پُر ہے کہ اس کا سمجھنا تقریباً ناممکن سا ہے۔ اول الذکر کی شرح کا ایک نسخہ ذخیرہ مولانا احسن مارہروی ۷ء،۷/۲۹۷ ۱۲ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہے مگر یہ بھی بعض مقامات پر بے حد دقیق اور مغلق ہے اس کی چند سطور ملاحظہ ہوں:

''موضع ایں کلمات گرامی عبد الواحد ابراہیم بلگرامی کہ بخبہاے اہل تحقیق ہر چند بر وجہ ہزل ومزاح واقع شود بیہودہ نیست ایں فقیر بقدر فہم رکیک خود شرح آں باز نمودہ است''۔

گرہ کشای ورقہاے غنچہ باد بہار | بہوش گر شنوی فیض طبع درویش است
تو حل عقدۂ اشکال از دلی میجوئی | کہ بر دوام گرفتار عقدۂ خویش است

''ما چہار برادر بودیم'' یعنی ما چہار روح بودیم جمادی ونباتی وحیوانی وانسانی ازیں دیہ یعنی نہ افلاک کہ عالم علویانست۔

ما ز فلک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم

"سہ جامہ نداشتند و یکی برہنہ بود سہ ازاں چہار ارواح کہ جمادی ونباتی وحیوانی بسبب کثافت نسبی واضافی قابل تجلیات نبوندوازیں کسوت عاری بودند و یکے برہنہ بود یعنی روح انسانی کہ بسبب فرط لطافت از کسوت مجرد ویکتا بود"۔

شاہ رفیع الدین محدث ؒ کی شرح طبع ہو چکی ہے۔

رسالہ معما کا ایک نسخہ میرے محترم و معظم کرم فرما نواب محمد رحمت اللہ خاں صاحب شروانی مدظلہ العالی پرو چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانہ (مزمل منزل) کی زینت ہے۔ اس میں شرح فارسی بھی ہے جو میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ کی شرح سے مختلف ہے۔ شارح کا نام نہیں ہے۔ قیاس یہ ہے کہ میر سید احمد گیسودراز کالپوی (۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء) کی ہے لیکن دقیق و مبہم ہے۔ مخطوطہ عہد شاہ جہانی کا ہے۔ اس کا عکس صفحہ ۱۸-۲۰ پر ہے۔

پچھلے دنوں عصر حاضر کے مشہور صاحب نظر محقق اور دانشور برادر محترم ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد شکیب مدظلہ العالی (مقیم حال، لندن) علی گڑھ تشریف لائے، نواب صاحب قبلہ کے یہاں ایک روز مخطوطات کی فہرست ملاحظہ کرتے وقت اس رسالہ کی نشاندہی بھی فرمائی اور نکلوا کر ملاحظہ کیا نیز یہ بھی صراحت فرمائی کہ اس کا ایک نام "شکارنامہ" بھی ہے۔

راقم احقر نے نواب صاحب قبلہ مدظلہٗ سے اس کی نقل کی اجازت چاہی۔ آں محترم نے بخوشی مخطوطہ ہی عنایت فرمادیا۔ خاکسار نے اس کی ایک فوٹو کاپی کرائی پھر خیال آیا کہ عام افادیت کی خاطر اس دلچسپ وعجیب

وغریب پہیلی کا اگر اردو ترجمہ اور صوفیانہ شرح وتفسیر ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ کئی روز اسی سوچ میں گزر گئے کہ تصوف، حقایق ومعارف اور اسرار و رموز سے عام عدم واقفیت اور قحط الرجالی کے دور میں یہ کیسے ممکن ہوگا۔ پھر خیال آیا کہ کیوں نہ فخر اسلاف گرامی قدر، دانائے راز، یادگار سلف مولانا مولوی حافظ شاہ تقی انور صاحب عرف شکیل میاں مدظلہ جو بحمد اللہ اپنی ملکوتی صفات، اپنے پیر ومرشد برحق مولانا شاہ مصطفیٰ حیدر قلندر قدس سرہٗ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ عزیز، معتقد، قابل اعتماد اور لایق فخر، ان کی تمام تر عنایات وتوجہات اور شفقتوں ومحبتوں کے حقیقی مرکز، اپنے غیر معمولی ادب واحترام، بے مثال جذبہ خدمت، کسر نفسی بلکہ بے نفسی اور اپنی شخصیت کی جامعیت کی بنا پر خلافت کبریٰ کے وارث نیز اپنے والد ماجد، استاد و مربی، جامع الحقایق والدقایق، عارف رموز ومعارف، سلالہ علماء ومشائخ، بقیۃ السلف مولانا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہ الاکبر کے آئینہ کمالات اور الولد سر لابیہ کی جیتی جاگتی تصویر ہیں سے درخواست کروں۔

محترم موصوف مدظلہ العالی کی دقت نظر، اور حقایق ومعارف اور رموز مخفیہ کے انکشاف کے ملکہ پر ان کی دو کتابیں القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ملفوظ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ترجمہ وشرح نیز حضرت سید بندہ نواز گیسو درازؒ کے برادر طریقت حضرت شیخ سید محمد ابوجعفر مکی حسینیؒ کی حقایق ومعارف سے لبریز تصنیف بحر المعانی کا اردو ترجمہ اور شرح گواہ ہیں۔

ہمارے ''کرم فرمائے خاص'' جناب سہیل کاکوروی صاحب کے

والد محترم سحر طراز ادیب منشی معین الدین حسن صاحب علوی کاظمی مرحوم ومغفور نے آں محترم مدظلہ العالی کے فضل وکمال کے ادنی اعتراف میں آج سے تقریباً ۲۳ سال قبل فرمایا تھا۔

به باغ کاظم " گل دمیده که نام نامی تقی انور
چه حسن رعنا چه طبع میکش مثیل شاه تقی حیدر"

چه سرِ عرفاں نمود جلوه زعلم حاضر زکشف محکم
چه پاک طینت، چه نیک خصلت، بذات زیبا سرِیر وافسر

تقی انور فگن نگاہے که خسته حالم وناصبورم
به وقتِ آخر بیا بباليں که روز محشر خلاص یابم

(ترجمہ القول الجلی فی ذکر آثار الولی ص: ۶۸۰)

(یعنی حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ کے گلشن میں ایک ایسا پھول کھلا ہے جس کا نام نامی تقی انور ہے۔ کیسی حسین، دلربا شخصیت ہے جو ہو بہو حضرت شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ جیسی ہے اور جو اپنے علم حاضر اور کشف محکم سے معرفت وحقیقت کے رازوں کے گوہر بکھیر رہی ہے۔ یہ کیسی پاک طینت اور نیک خصلت ہستی ہے۔

اے تقی انور! مجھ پر التفات وتوجہ کی نگاہ فرمایئے میں خستہ حال وبے قرار ہوں آپ سے درخواست ہے کہ میرے آخری وقت سرہانے آجایئے گا تاکہ قیامت کے روز مجھے آپ کی آمد کی برکت سے نجات مل جائے)

راقم احقر نے رسالہ کی ایک نقل، کاکوری روانہ خدمت کردی اور فون پر آنجناب مدظلہ العالی سے عرض کیا۔ آپ نے نہ صرف رسالہ معما کی سلیس و رواں اور بالکل منفرد شرح کر کے روانہ فرمادی بلکہ اپنے خلف اصغر برخوردار و نور چشم مولوی حافظ شاہ شبیب انور علوی عرف عمیر حیدر سلمہ (مولف اصطلاحات تصوف، ومترجم مقالات صوفیہ وحقیقۃ الحقایق) سے اس کا اردو ترجمہ بھی کروادیا۔ راقم بے نوا کو اپنی نواگری پر ایک گونہ امتنان وافتخار رہا۔ فما لعبدك فوق القبول بالفخر

اللہ تعالیٰ آں محترم موصوف کی ذات سے استفادہ واستفاضہ کی ہم جیسوں کو آئندہ بھی توفیق عطا فرماتا رہے اور ان سے خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کے علمی وادبی اور روحانی فیوض و برکات کی اشاعت فرمائے۔ آمین۔

راقم نے چند صفحات سیاہ کرنے کے بعد اصل مخطوطہ کا عکس پھر اس کا ترجمہ اور شرح یکجا کردیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — ننگ اسلاف کرام

۲۳ مارچ ۲۰۰۹ء، دوشنبہ — مسعود انور علوی غفرلہ

احقر۔ مسعود انور علوی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام
علی خیر خلقه محمد وآله اجمعین قوله تعالی تلک الامثال نضربها للناس
لعلهم یتفکرون ما چهار برادر بودیم از ننه دیده یکی برهنه بود
سه جامه نداشتند برادر برهنه درستی زر داشت در
آستین به بازار رفتیم که بجهة شکار تیر و کمان بخریم کفشها نپوشیدیم چهار
گوشت نخریدیم بیست و چهار زر نقد برداشتیم آنگاه چهار کمان خریدیم
شکسته و ناقص بودند یکی و کوشته و دو خانه نداشت آن
برادر برهنه زر داد آن کمان بی خانه ولی کوشته را بخرید تیری
که یافت چهار تیر دیدیم شکسته بودند یکی پر و کمان انداخت
بطلب صید بصحرا شدیم چهار آهو دیدیم سه مرده بود و یکی
جان نداشت آن برادر زردار کمان کش برهنه تیر انداز آن

کمان بی خانه و بی گوشه آن تیر بی پر و پیکان بدان آهوی
بی جان زد گفتندی می بایست صید را بفتراک بندیم چهار کس
سه پاره پاره بودند یکی هر دو کرانه و میانه نداشت صید از آن
کس بی کرانه و بی میانه ببستیم خانه می بایست که مقام کنیم و صید را
پخته گردانیم چهار خانه دیدیم سه در هم افتاده یکی سقف و
دیوار نداشت بدان خانه بی سقف و بی دیوار در آمدیم یکی دیگ
دیدیم بر طاق بلند که هیچ حیله دست نمی رسید مغاک
زیر پای کشیدیم تا دست بدان طاق رسید چون دیگ را نخسته
شخصی از بالا خانه فرو آمد و گفت که بخش من و نصیبه
سفره و ظرف ار هم بدار در کاملی و محل دیگری نشست بود که آنچه آن
از دیگ بر آورده بر تارک سر وی زد و جستی که از پا
پای او بیرون آمد بر سر آن درخت سه آلو رفتیم خربزه کاشته
بودند بطالعش آب بسیار داده بودند از آن درخت بادنجان فرو آوردیم

که آنها پیش گرفتند و شناختند که فرو شدند از خانه بیرون

شو نشستند در وقت رنج راحت خوش ماندند و با آسانی از گزند آن

بیرون رفتیم و در جای خفتیم بسفر روان شدیم ارباب تحقیق و

اولو الالباب تعریف شرح این حالات را باز خواستند تمت بالخیر

تمت الرسالة الميمونة في التصوف تصنيف مغفوری مبروری حقیقت

معروف آگاه بحق شناسنده رموز و اسرار الهی عزیزی جهان ذوالکمال

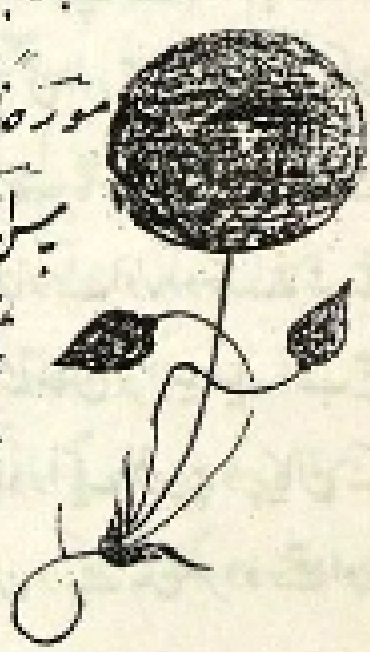
شیخ سید محمد گیسو دراز قدس الله سره که او ... [illegible]

تدفین ... در شهر گلبرگه واقع است من ید احقر الدنیا

بدر الدین ابن شیخ احمد قریشی القنوجی در تاریخ

... که از قلعه بیدر ... [illegible]

دار ... في السنه ... الاول



[illegible marginal notes]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اردو ترجمہ

از

مولوی حافظ شاہ شعیب انور علوی عرف عمیر حیدر سلمہٗ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین قولہ تعالیٰ "وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون"

تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو دونوں جہان کا پروردگار ہے، اور پرہیزگاروں کے لیے انجام بخیر ہے نیز درود وسلام ہو اس کی بہترین مخلوق محمد ﷺ پر اور آپؐ کی تمام اولاد پر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں''۔

ہم چار بھائی نو گاؤں سے تھے۔ ایک برہنہ تھا اور تین کے پاس کپڑے نہ تھے، برہنہ بھائی کی آستین میں روپئے تھے۔ ہم بازار گئے کہ شکار کرنے کے لیے تیر وکمان خریدیں۔ قضا آگئی اور ہم چاروں قتل کردیے گئے اور ان سے چوبیس زندہ اٹھ کھڑے ہوگئے۔ پھر ہم نے چار کمانیں دیکھیں تین ٹوٹی ہوئی اور ناقص تھیں ایک میں دو کنارے اور دو خانے نہ تھے۔ برہنہ دولتمند بھائی نے اس بے گوشہ اور بے خانہ کمان کو خرید لیا۔ اب تیر کی تلاش ہوئی۔ چار تیر دکھائی دیے تین ٹوٹے تھے اور ایک بغیر پر و پیکان کے تھا۔ پھر شکار کی تلاش میں جنگل پہونچے۔ چار ہرن دیکھے تین مردہ تھے اور ایک میں

جان نہ تھی۔ برہنہ کمان کش دولتمند بھائی نے اس بے گوشہ اور بے خانہ کمان سے بغیر پر و پیکان کا تیر اس بے جان ہرن کے مارا۔ اب کمند کی ضرورت پڑی کہ شکار کو اس سے باندھ لیں۔ چار کمندیں دیکھیں تین ٹکڑے تھیں اور ایک میں نہ دونوں کنارے تھے اور نہ درمیانی حصہ۔ اسی بغیر کنارے اور بے میانہ کمند سے شکار کو باندھ لیا۔ اب گھر کی ضرورت پڑی تا کہ اس میں قیام کریں اور شکار پکائیں۔ چار گھر دیکھے تین مسمار تھے اور ایک میں چھت اور دیواریں نہ تھیں۔ اس بے چھت اور بے دیوار کے گھر میں ہم داخل ہوئے جہاں ایک دیگ دیکھی جو ایک اونچے طاق پر رکھی تھی۔ کسی طرح اس تک ہاتھ نہ پہونچا تو ہم نے اپنے پیروں کے نیچے چار گز گہرا گڈھا کھودا تب اس طاق تک ہاتھ پہونچا۔ جب شکار پک گیا تو ایک شخص بالا خانہ سے نیچے اترا اور بولا ''اس میں سے میرا حصہ دو میرا بھی اس میں ایک حصہ مقرر ہے'' ہمارا کامل و مکمل بھائی تاک میں بیٹھا تھا۔ اس نے دیگ میں سے شکار کی ہڈی نکالی اور اس کے سر کے درمیان دے ماری۔ اس کی ایڑی سے عناب کا درخت نکل آیا۔ ہم اس زرد آلو کے درخت کے پاس پہونچے تو دیکھا اس میں خربوزے بوئے ہیں اور گوپھن سے پانی دیتے ہیں۔ ہم نے اس درخت میں سے بینگن توڑ لیے اور قلیہ زرد پکایا۔ اور دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ انہوں نے اس قدر کھایا کہ پھول گئے اور یہ سمجھے کہ ہم موٹے ہوگئے ہیں۔ ایسے کہ گھر سے باہر نہ نکل پائے اور اس نجاست میں پھنسے رہ گئے اور ہم اس تدبیر سے بآسانی باہر نکل آئے اور گھر کے باہر بھی نہ سوئے بلکہ سفر پر روانہ ہوگئے۔

صاحبان عقل ارباب تصوف ان حالات کے اسرار کی تعریف وتشریح کریں:

(تصوف میں یہ بابرکت رسالہ جو معرفت وحقیقت کے شناسا، رموز واسرار الٰہی کے واقف کار، حضرت حق تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے حضرت میر سید محمد گیسودراز اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو پاک فرمائے جن کا مزار اقدس گلبرگہ شہر (دکن) میں واقع ہے کی تصنیف ہے۔کمترین خلایق بدرالدین بن شیخ احمد قریشی قنوجی نے کھورنلی قصبہ میں جو قلعہ بیدر سے ایک کوس کے فاصلہ پر مغربی سمت واقع ہے ۳ ربیع الاول دوشنبہ ۱۰۶۸ھ کو چاشت کے وقت اس کی کتابت کرکے ظل سبحانی خلیفہ رحمانی ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہ جہاں بادشاہ غازی، اللہ تعالیٰ ان کے ملک وسلطنت کو قائم وباقی رکھے، کے زمانہ میں اور نواب آصف جناب معظم خاں عرف میر جملہ کی ملازمت کے دوران مکمل کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح رسالہ معما

از

جناب مولانا مولوی حافظ شاہ تقی انور علوی کاکوروی مدظلہ العالی

ذات باری تعالیٰ نے جب عین صرافت میں اپنا ادراک فرمایا تو یہی ادراک روح اعظم کہلایا۔ اسی کو وجود بھی کہا جاتا ہے، یہی اعتباری دوئی کا باعث ہے اور اسی کو عبد بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اسی کی نسبت سے ذات حقیقی جو اس کی مدرک ہوئی معبود حقیقی قرار پائی۔ اسی عبد پر اسم رحمٰن کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ چوں کہ یہ ذات مدرکہ ذات حقیقی سے الگ اور جدا نہیں ہے لہٰذا عبد و معبود کی یکتائی پر احد کا اطلاق ہوا۔ شخص رحمٰن ذات حقیقی کا متولی ہونے کی وجہ سے شخص اول بھی کہا جاتا ہے اور یہی اول ماخلق الله القلم (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا) کی رو سے قلم ہے اور اس کا مقام لاہوت کہلاتا ہے۔

جو امر معبود سے عبد پر نازل ہوا وہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ o اللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ o وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ o

(آپ کہہ دیجئے کہ وہی اللہ یکتا ہے، وہ بے نیاز ہے نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اور نہ اس جیسا کوئی ہے)

اس امر کے نزول سے روح اعظم یا شخص رحمٰن میں تین اعتبارات احدیت (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد) وحدت (اَللّٰهُ الصَّمَد) اور واحدیت (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُواً أَحَد) معتبر ہوئے۔ ان میں سے ہر اعتبار احد کی توحید ذاتی وصفاتی وافعالی سے متصف ہوا۔ اس طرح نو افلاک سے قلم یا شخص اول کا تشخص ہوا۔ یہی تشخص حقیقت احمدی بھی کہلاتا ہے۔ قلم سے اس امر کی تعمیل میں جو نوری نقطہ وہم حقیقی کی لوح پر صادر ہوا وہ وجہ اللہ یا حقیقت محمدیؐ کہلاتا ہے جو شخص اول کے کل اسماء وصفات کا جامع ہے۔ اسی سے ذات حقیقی کے کل اسماء ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر متجلی ہوئے اور سب مل کر عالم جبروت کہلائے۔ گویا روح اعظم کی تفصیل عالم جبروت میں ہوئی۔ ہر اسم اپنے مقام پر ایک روح قرار پایا اور مع اپنے تعین کے کل اسماء کا جامع ہوا۔ اس طرح عالم امر کی تکمیل ہوگئی۔

عالم امر کی تکمیل کے بعد عالم خلق کی ابتدا عالم ملکوت سے ہوئی جس میں شخص اول کے کل اسماء کی تفصیل مشہود ہوئی۔ یعنی ارواح، نوری وناری وانسانی مشہود ہوئیں۔ ارواح نوری کا مبدا اسماء جمالی، ارواح ناری کا مبدا اسماء جلالی، اور ارواح انسانی کا مبدا اسماء کمالی ہوئے جو اسمائے جمالی وجلالی کے جامع ہیں۔ اس طرح روح انسانی امہات اسماء، یا حی یا علیم یا قدیر یا مرید یا بصیر یا سمیع یا کلیم کی جامع قرار پائی۔ عالم ملکوت میں ارواح انسانی کو اسم ہادی یا اسم مُضل کی شعاعوں نے چار اطوار عطا فرمائے۔ تین اطوار ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورہ فاطر :۳۲)

(پھر ہم نے ان لوگوں کو جن کو اپنے بندوں میں منتخب کیا، کتاب کا وارث کیا۔ کوئی ان میں اپنے لیے ظالم ہے، کوئی میانہ رو ہے اور کوئی توفیق الٰہی سے بھلائیوں کے ساتھ آگے نکل جانے والا ہے)

کی رو سے مقربین وابرار واصحاب الیمین ہوئے اور ایک طور خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِھِمْ (سورہ بقرہ: ۷) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی) سے اصحاب الشمال ہوا۔ یہ چاروں گروہ چار بھائی ہیں جن کا شہود شخص اول کے نو افلاک سے ہوا۔ ان کی حقیقت وہی روح اعظم ہے جو امتیازات سے مبرا ہے۔ مقربین برہنہ ہیں کیوں کہ نزول میں تلوث سے پاک رہنا ان کا مقصد ہے وہ نزول میں بھی اپنے مبدا سے آگاہ رہتے ہیں کیوں کہ روح کو اپنے تعین میں محدود اور دوسرے تعینات سے جدا نہیں دیکھتے بلکہ کل تعینات میں روح اعظم کو ساری وجاری دیکھتے ہیں۔ لہٰذا مبدا سے پورا پورا اتصال رکھتے ہیں۔ اسی کو نسبت جبی یا نسبت ذاتی کہا جاتا ہے اور یہی ''زر در آستین'' ہوتا ہے۔ ابرار کی نظر سے نسبت ذاتی پوشیدہ ہو جاتی ہے لیکن اس کا علم انہیں حاصل رہتا ہے وہ سلوک کے ذریعہ حجابات رفع کر کے دوبارہ نسبت ذاتی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے سلوک میں وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ٥ عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ٥ (سورہ مطففین: ۲۸) (اس پاک شراب میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی۔ (تسنیم) ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پییں گے) کی رو سے مقربین کے محتاج ہیں۔ اصحاب الیمین، أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ٥ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (تمہاری کثرت تم کو غافل کر دے گی یہاں تک کہ تم موت سے ہمکنار ہو جاؤ) کے مطابق کثرت میں مبتلا ہو کر وحدت کو گم کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ مقربین یا ابرار سے علم توحید حاصل کر کے

سلوک کرتے ہیں اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق مستفیض ہوتے ہیں۔ اصحاب الشمال نسبت ذاتی ونسبت علمی دونوں کو گم کر بیٹھتے ہیں لہٰذا دوبارہ اس کے حصول کی کوشش بھی نہیں کرتے جس کا حقیقی باعث اسمِ مفضل کا غلبہ ہے۔ لوث نزولی سے ملوث ہونا وہ جامہ ہے جسے ابرار واصحاب الیمین واصحاب الشمال کی ارواح نزول میں حاصل کریں گی۔ عالم ملکوت میں ان کا کوئی جامہ نہیں ہے۔

یہ جان لیجئے کہ چار کا عدد طاق وجفت اعداد سے مرکب ہے۔ اس میں طاق اعداد وحدت کے اور جفت اعداد کثرت کے مظاہر ہیں لہٰذا چار کے عدد سے کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ملاحظہ کرنا مراد ہے یہی کمال اور مقربین کا حال ہے۔ ان چاروں بھائیوں کا نزول عالم ملکوت سے عالم مثال میں ہوا جہاں شخص اول کی تجلیات سے ہر بھائی عقل کل، نفس کل، طبیعت کل، جوہر ہبا، شکل کل اور جسم کل سے متجلی ہو کر متعین ہوا۔ عالم مثال میں جو توحید صفاتی کا بازار ہے ان بھائیوں کا آنا روح اعظم سے جدائی کا سبب ہوا اور تعین ان کی موت ہوا جو سلب آزادی کا سبب بنا۔ لیکن ہر بھائی پر شخص اول کی مذکورہ صدر چھ تجلیات نے ان کو نئی زندگی عطا فرمائی اور ان کی تعداد چوبیس ہو گئی۔ اس طرح عالم مثال میں زندہ ہو کر یہ چار تنزیہی بھائی چوبیس تشبیہی بھائی بن کر تنزیہہ سے تشبیہ میں در آئے جیسا کہ ارشاد باری ہے خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (سورہ یونس: ۳) (آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا) اس آیت شریفہ میں سمٰوٰت سے تنزیہہ اور ارض سے تشبیہ کی جانب اشارہ ہے اور ستۃ ایام سے مذکورہ صدر چھ مراتب یا تجلیات مراد ہیں۔ عالم مثال میں زندہ ہو کر ان کی استعداد وقابلیتیں ان پر

روشن ہوگئیں۔ یہی استعداد ان کی کمانیں اور قابلیتیں ان کے تیر ہیں۔ پھر جب ان کا ناسوت میں نزول ہوا اور انہوں نے مادی جسم اختیار کیا تا کہ توحید افعالی کا مظاہرہ کریں تو سابقہ عوالم عالم ناسوت ان کی شکارگاہ قرار پائے تا کہ اپنے اپنے افعال سے اپنے اپنے صفات یعنی نفوس کا شکار کر کے حجاب ذات کو دور کریں۔

ناسوت میں آکر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ[1] (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے مطابق ان بھائیوں نے توحید افعالی میں مبتلا ہوکر اپنے اپنے نفوس کی شناخت چاہی اور ہر بھائی اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق سرگرم عمل ہوا۔ یہی سرگرمی ان کا سلوک ٹھہری اور یہی وہ رابطہ یا کمند ہے جس سے انہوں نے اپنا ناسوتی شکار باندھا۔

مقربین کا سلوک عشق قرار پایا کیوں کہ ان کی استعداد و قابلیت نسبت حبی کی مرہون منت تھی العشق نار یحرق ماسوی المحبوب (عشق ایسی آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیتی ہے) کے مطابق عشق نے ان کے نفوس کی ہوا و ہوس نیز شعور یعنی بشریت کو پھونک ڈالا اور ان کے لیے ناسوت، ناسوت الطف ہوگیا۔

فراز کنگرۂ کبریاش مرغانند فرشتہ صید و پیمبر شکار یزداں گیر

۱۔ میرے پردادا صاحب حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ نے اس ارشاد کی عالمانہ و صوفیانہ تحقیق و تشریح القول الموجہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے نام سے ایک رسالہ میں فرمائی بعد ازاں ان کے خلف اوسط، خانقاہ کاظمیہ کے گل سر سبد، جد محترم مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ الاطہر نے ھدیۃ الشرف فی ترجمۃ من عرف کے نام سے اس کا سلیس اردو ترجمہ مع حواشی فرمایا۔ دونوں رسائل مطبوعہ ہیں۔ ۱۲ منہ تقی انور)

(اس کی کبریائی کے کنگرہ کی بلندی پر ایسے پرندے ہیں جو فرشتوں، پیمبروں کو اپنا شکار کریں اور اس ذات کو اپنے قبضہ میں کر لیں)

ان کا فیض متعدی ہوا اور انہوں نے اپنے دوسرے بھائیوں کے سلوک میں ان کی مدد فرمائی ابرار کا سلوک توحید ذاتی قرار پایا۔ انہوں نے صفات و افعال کو ذات سے نکلتے دیکھا اور مقربین کے فیض سے یقین حاصل کر کے احدیت میں فنا ہوئے۔

اصحاب الیمین کا سلوک آمنوا و عملوا الصالحات (وہ ایمان لائے اور نیکیاں انجام دیں) قرار پایا۔ یہ اپنی دنیاوی زندگی میں یقین حاصل کرنے سے معذور رہے لیکن کبھی نہ کبھی اس احتیاج و ضرورت سے آگاہ ضرور ہوتے کہ وہ ابرار و مقربین کے محتاج ہیں پھر ان کو سلوک کا موقعہ ملا یا نہ ملا۔ مقربین کی محبت ان کے کام آئی اور آخرت میں جنت میں جا کر اپنا اپنا سلوک پورا کیا جہاں ہر ایک پر اس کی اپنی استعداد کے مطابق حقایق کھلتے رہے۔

اصحاب الشمال، اسم مُضل کے غلبہ سے گمراہی میں پڑے رہے اور ہوا وہوس کا شکار ہوئے یہ لوگ قیامت میں حقایق کھلنے کے بعد پچھتائیں گے۔ ان کا یہی پچھتانا دوزخ کی آگ ہوگی۔

ناسوت میں آکر ان بھائیوں نے حیوانات و نباتات و جمادات کو دیکھا۔ مقربین نے ان سب کو اپنے ہی نفس یعنی صفات کا مظہر پایا۔ ابرار پر یہ عقدہ مقربین کے فیض سے کُھلا۔ اصحاب الیمین ناسوت میں مبتلا ہوئے لیکن مقربین کی محبت آخرت میں کام آئی۔ اصحاب شمال ناسوتی ابتلا کا شکار ہیں اور فیض بھی انہیں نصیب نہ ہوا۔ آہو (ہرن) ان چاروں گروہوں کے

نفوس کے ہوا و ہوس کے مظاہر ہیں۔ مقربین کے نفوس بے جان ہیں کیوں کہ عشق کی آگ ان کے ہوا و ہوس کو پھونک چکی ہے اور بقیہ تین نفوس مردہ ہیں کیوں کہ یہ اپنی حقیقت یعنی روح اعظم سے آگاہ نہیں ہیں۔ مقرب بھائی نے اپنی استعداد و قابلیت سے اپنے نفس کا شکار کیا اور اپنے سلوک کی کمند سے اُسے باندھا اور بحکم دع نفسك وتعال (اپنے نفس کو چھوڑ کر آ جاؤ) مکانِ سے لامکانی میں آ گیا۔ یہی لامکانی وہ بے چھت اور دیوار کا گھر ہے جہاں طاق بلند پر عشق کی دیگ موجود ہے جس میں ہر خام پک کر پختہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں تنزیہہ وتشبیہ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس دیگ تک کسی کا ہاتھ جب تک بشریت کا شائبہ بھی باقی ہے نہیں پہنچتا، رفع بشریت سعادت ازلی کی مرہون منت ہے۔

مقرب بھائی جب اپنے نفس کا شکار کر کے وہاں پہنچا تو بشریت آڑے آئی اور ایسے خطرات رونما ہوئے جن کا ادراک بھی دوسرے بھائیوں کے لیے محال تھا۔ لہٰذا وہ رجوع الی اللہ ہوا اور اس رجوع کی خاطر اپنی زمین نفس میں چار گز گہرا گڑھا کھودا۔ یعنی افعال وصفات وعقل وشعور سے بیگانہ ہوا۔ دوسرے الفاظ میں طبیعت انسانی سے جو چار عناصر سے مرکب ہے مجرد ہوا تب یہ بقاء باللہ پر فائز ہوا اور اس کا ہاتھ عشق کی دیگ تک پہنچا۔ اب اس کے افعال وصفات وعقل وشعور اس کے نہ رہے بلکہ اللہ ہی کے ہوئے۔ یہی اس کا اپنے شکار کو دیگ عشق میں پکانا ہے۔

جب یہ بھائی مظہر کمال بنا اور جمال وجلال کا جامع قرار پایا تو شیطان نے حاضر ہو کر اپنا حق اس سے طلب کیا۔ شیطان کا حق وہی خطرات

وساوس تھے جنہیں وہ دیگ عشق کی نذر کر چکا تھا لہٰذا اس نے اپنے شکار کی ایک ہڈی نکال کر شیطان کے سر پر ماری۔ شیطان چوں کہ اسماء جلالی کا مظہر تھا لہٰذا اس کے مناسب حال یہی سلوک تھا۔ اس کی مثال شورہ کی زمین جیسی ہے۔ جیسے ایڑی پر بال نہیں اُگتے ایسے زمین شور سے اگر کچھ اُگتا ہے تو وہ خطرات خبیثہ ہیں جو بظاہر بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ایڑی کے نیچے سے ایک پھولدار درخت نکلا جس سے مزید بیج پھیلے۔ یعنی صفات جلالی کے مظاہر پیدا ہوئے جو دیکھنے میں خوش رنگ وخوش ذائقہ تھے۔ لیکن ان کے اثرات خطرات ووساوس پیدا کرنا تھا۔ یہ مظاہر عناصر کی مدد سے پھلے پھولے اور دنیا والے ان کے رنگ وبو اور ذائقہ پر فریفتہ ہوگئے اور ان ہی خطرات ووساوس کی کاشت کر کے ان کی افزایش کی اور اس کے پھلوں سے جسمانی توانائی حاصل کر کے یہ سمجھے کہ موٹے ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ درحقیقت یہ موٹاپا آماس تھا جو ان کے جسم کو موٹا اور روح کو سیاہ کر رہا تھا۔ چنانچہ اہل دنیا یعنی اصحاب الشمال قعر نزول ہی میں رہے اور لامکانی کی سرحد میں نہ داخل ہو سکے جب کہ مقربین اور ابرار شیطان کے مکر وکید سے رہا ہو کر سرحد لامکانی پر اطمینان سے سوئے اور سفر عروجی طے کر کے لاہوت میں پہونچے۔ قیامت کے بعد اصحاب الیمین جنت اور اصحاب الشمال دوزخ میں مبتلا ہو کر اپنے اپنے سلوک کی تکمیل کرنے کے بعد کثیف ابیض میں مختفی ہوں گے اور پھر وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ (سورہ محمدؐ: ۳۱) (ہم تم کو البتہ آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں)